نیا خون

از

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

شعبۂ دعوت وارشاد

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	نیا خون
مصنف	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
صفحات	۲۴
تعداد	دس ہزار
سن اشاعت	ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ/مئی ۲۰۰۸ء
قیمت	۵/روپئے

ناشر

شعبۂ دعوت وارشاد، ندوۃ العلماء

ٹیگور مارگ، پوسٹ بکس/۹۳، لکھنؤ (یو. پی)

نیا خون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ !

کوئی جسم اس وقت تک تندرست وتوانا نہیں رہ سکتا جب تک اس میں نئے اور صاف خون کی تولید نہ ہوتی رہتی ہو، کوئی درخت اس وقت تک شاداب نہیں رہ سکتا جب تک اس میں نئی نئی پتیاں اور کونپلیں نہ نکلتی رہتی ہوں، امت مسلمہ بھی ایک جسم ہے جس کو ہر دور میں نئے خون کی ضرورت ہے، اس درخت کو بھی ہر موسم میں ہری بھری شاخوں اور نئی نئی پتیوں کی ضرورت ہے۔

امت مسلمہ کا سدابہار درخت ہمیشہ نئی نئی پتیاں اور ہری بھری ڈالیں پیدا کرتا رہا، اور لباس بدلتا رہا، دماغی صلاحیتوں، سماجی قوت و نشاط، خاندانی ونسلی جوہر وصفات، آبائی شرافت، فطری مردانگی وشجاعت کے بڑے بڑے ذخیرے جو اپنی اپنی جگہ صدیوں سے جمع ہو رہے تھے اور حقیر حقیر چیزوں اور پست مقاصد میں ضائع ہو رہے تھے، اسلام کے ذریعہ اس امت کی طرف منتقل ہوتے رہے اور اسلام کے کام آتے

رہے، باغ باغ کے پھول اور چمن چمن کے شگوفے اس امت کے گلدستہ میں نظر آتے ہیں اور اپنی بہار دکھاتے ہیں، کوئی ایران کا ہے کوئی خراسان کا، کوئی یمن کا ہے کوئی بدخشاں کا، کوئی مصر کا ہے کوئی اصفہان کا، ہر ایک اپنا خاص رنگ اور اپنے ملک اور قوم کا اور اپنی نسل وخاندان کا اصلی جوہر جو دوسرے ملک وقوم میں نایاب یا کمیاب تھے، اپنے ساتھ لایا اور اسلام کی نذر کیا، اس طرح انسانیت کے چمن کے بہترین پھول اور پھل اسلام کے لیے ڈالی میں لگ کر آئے، اب اسلام صرف نسل عرب اور ان میں سے بھی تنہا خاندان بنی عدنان کے موروثی صفات وکمالات کا مالک نہ تھا بلکہ پوری دنیا کی دماغی صلاحیتوں، فطری شرافتوں اور قومی خصوصیتوں کا سرمایہ رکھتا تھا، اس لیے کوئی ایک قوم یا نسل خواہ وہ کتنی ہی فائق ہو دماغی یا جسمانی حیثیت سے اس کے ساتھ ایک ترازو میں تل نہیں سکتی تھی، اس کے اندر ساری قوموں کا وزن اور اس کے جسم میں دنیا کی تمام نسلوں کا ست آ گیا تھا، وہ انسانیت کا جوہر تھا اور نوع انسانی کی طاقتوں کا سب سے بڑا خزانہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل وقومیت کے پرستاروں اور اپنی قوم کو خدا کی منتخب قوم سمجھنے والوں کے بالکل برخلاف اس حقیقت

کا اعلان فرمایا ہے کہ خدا کی بخشش اور جسم و دماغ، عقل و ادراک، فہم وفراست، شرافت ونجابت اور جواں مردی وشجاعت کے فطری عطیے کسی قوم ونسل کے ساتھ مخصوص نہیں، فطرت کا یہ سرمایہ نوع انسانی میں بہت پھیلا ہوا ہے، ذہانت و ذکاوت، مروت وشرافت، قوت وشجاعت، خدا کی مخلوق میں پوری فیاضی سے تقسیم ہوئی ہے، اس پر کسی ایک قوم یا خاندان کا اجارہ نہیں۔

جس طرح سونے چاندی کی کانیں دنیا کے بہت سے ملکوں میں پائی جاتی ہیں اور یہ انسانوں کے بس کی بات نہیں کہ ان کو اپنے محبوب وطن اور اپنے مقدس ملک کے ساتھ مخصوص کردیں، اسی طرح جوہر انسانیت کی کانیں اور انسانی صفات وکمالات کے دفینے بہت سے ملکوں میں پائے جاتے ہیں ''اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ کَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ'' انسان بھی اعلیٰ صفات اور قابلیتوں کی کانیں ہیں جیسے سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں، ویسی ہی قدیم جو ہزاروں برس سے چلی آرہی ہیں، ویسی ہی فطری جس میں انسان کی صفت کو دخل نہیں، ویسی ہی بھرپور اور بیش قیمت جو پورے پورے ملک اور انسانی حدبندیوں سے بے نیاز ہیں، ویسی ہی مخفی جو بغیر خدمت ومحنت اور

تہذیب وتنظیم کے مٹی میں ملی ہوئی ہیں، ویسی ہی کھری اور اصلی، اپنی قیمت اپنے ساتھ رکھنے والی، جو ہر بازار اور ہر صرافہ میں موتیوں کے تول تلیں اور سونے کے مول بکیں۔

اس میں نہ عقیدہ کا اختلاف حارج ہے نہ مذہب وملت کا فرق، سونا سونا ہے اگرچہ کافر کے ہاتھ میں ہو یا مومن کے ہاتھ میں، ہیرے کے دام ایک ہیں اگرچہ جوہری میلا کچیلا اور بداخلاق ہو یا صاف ستھرا اور مہذب، گوہر شب چراغ بوڑھیا کے جھونپڑے اور بادشاہ کے محل دونوں کو روشن کرسکتا ہے ''فَخِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ'' جو جاہلیت میں اپنے ذہن وذکاوت اور فہم و فراست میں ممتاز تھا وہ اسلام میں بھی ان چیزوں میں ممتاز رہے گا، جو جاہلیت میں حمیت وغیرت اور قوت وشجاعت میں امتیاز رکھتا تھا وہ اسلام میں بھی ان کمالات میں ممتاز رہے گا، اور میدان جہاد میں دوسروں سے سبقت لے جائے گا، البتہ اس کی ضرورت ہے کہ جاہلیت کی ان صفات میں اسلام توازن واعتدال اور نظم وتہذیب پیدا کردے، سونا بہرحال سونا ہے لیکن بازار میں جانے سے پہلے ضرورت ہے کہ اس کو مٹی سے صاف کرکے اور گڑھ کر اور چمکا کر اس کو زیور بنانے کے

کام کا بنا دیا جائے "فَخِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّةِ خِیَارُھُمْ فِی الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِھُوْا فِی الدِّیْنِ" جوان میں سے جاہلیت میں سب سے بہتر تھے اسلام میں بھی بہتر رہیں گے بشرطیکہ انھیں دین میں درجہ فقاہت (جس کا لازمی نتیجہ اعتدال وتہذیب اور اشیاء کا صحیح تناسب معلوم ہونا ہے) حاصل ہو جائے۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ اس حکمت نبویؐ کی پوری تصدیق کرتی ہے، سیدنا ابوبکرؓ اسلام سے پہلے بھی سچائی، نرم دلی، معاملہ فہمی اور اپنی سلامت روی میں ممتاز تھے، اسلام نے ان اوصاف کو اور چمکایا اور ان کو "صدّیق" بنا دیا، آنکھوں میں نمی اور دل میں محبت کی گرمی پہلے سے موجود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت نے اسی محبت کو ٹھکانہ لگا دیا، پروانہ حیران تھا اور اس کو اپنی حیرانی کی خود خبر نہ تھی، شمع نے اس کو نثار ہونا اور جلنا سکھا دیا، حضرت عمرؓ دلیر تھے، بیباک تھے، طبیعت کے جری اور ارادہ کے قوی تھے، پورے مکہ کو اس کا علم تھا، لیکن اس شجاعت و دلیری کو کوئی بڑا میدان نہیں ملتا تھا، اسلام کو ایک دلیر کی ضرورت تھی جو کفار کے بیچ میں اللہ کی یکتائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کرے، حضرت عمرؓ کی فطری دلیری کو ایک

شایان شان میدان کی ضرورت تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مقبول اور اللہ کی توفیق نے ان دونوں میں رشتہ قائم کر دیا۔

حضرت عمرؓ اسلام میں آئے تھے تو اپنی شجاعت و دلیری اپنے ساتھ لائے تھے، اسلام نے اس کا اعتراف کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قدر کی اور اس کو اپنی اصلی جگہ بتائی، حضرت عمرؓ نے اس کو ٹھیک جگہ پر صرف کر کے روم وایران کی شہنشاہیوں کو اسلام کے قدموں پر جھکا دیا، وہ جاہلیت میں شجاع و دلیر تھے، اسلام میں بھی شجاع و دلیر تھے، اور ایسا ہی ہونا چاہئے "فَخِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّةِ خِیَارُھُمْ فِی الْإِسْلَامِ"۔

اسی بناء پر جب فتنۂ ارتداد کے موقع پر انھوں نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے میں احتیاط کا مشورہ دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "أَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْإِسْلَامِ" (جاہلیت میں اتنے زوردار تھے اسلام میں اتنے کمزور ہو، لیکن یہ ایک عارضی صورت تھی، وہ فطرت کی نمود نہ تھی، تربیت واحتیاط کی نمود تھی، بہت جلد عمرؓ اپنی فطرت اصلی پر آ گئے اور پھر کسی نے ان میں کمزوری نہ دیکھی، حضرت خالد فطری سپہ سالار تھے اور جنگ کے فن میں مجتہدانہ درجہ رکھتے تھے، ان

کی قائدانہ قابلیت، حاضر دماغی اور سوجھ بوجھ ہر جگہ اپنا کام کرتی تھی، میدان احد میں ان کی موقع شناسی اور ذہانت نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا، وہ اسلام میں آئے تو اپنی جنگی قابلیتوں، فطری مناسبتوں اور میدانی تجربوں کو لے کر آئے، اسلام نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سیف اللہ'' کا خطاب دے کر ان کے اس کمال کا رتبہ بلند کیا اور اسلام نے قریش کے مقامی قائد کو دنیا کی سب سے بڑی فاتح سپاہ کا قائد اور یرموک کا فاتح بنا دیا، عکرمہؓ ابن ابی جہل کو عربی نخوت خون میں اور ضد و انکار نامور باپ کی میراث میں ملا تھا، پہلے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے مقابلہ میں صرف ہوتا تھا، جب زندگی کا رخ بدلا تو اس کا میدان بھی بدل گیا، یرموک کے میدان میں جب بڑے بڑے شیروں کے پاؤں اکھڑنے لگے اور دشمن کا ریلا آیا تو انھوں نے للکار کر کہا کہ عقل کے دشمنو! میں تو وہ ہوں جو اس وقت تک رسول کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹا جب تک حق سمجھ میں نہیں آیا، کیا اب اسلام کے بعد تمہارے مقابلہ سے منہ موڑوں گا؟ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور جان دیدی، جاہلیت کا اَڑ جانے والا اور پہاڑ کی طرح جم جانے والا انسان نئے حریف کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح

جمارہا، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت عبداللہؓ بن سلام تعلیم یافتہ قوموں کے افراد تھے، جو علمی و کتابی باتوں اور اصطلاحات سے آشنا تھے، جب اسلام میں آئے تو اسی علمی مناسبت کے ساتھ آئے اور دین کے بہت سے علمی حصوں کو سمجھنے میں ان کو دوسروں سے زیادہ آسانی ہوئی، یہ ہزاروں مثالوں میں سے فطری صلاحیتوں کے تسلسل و تاثیر کی چند مثالیں ہیں۔

بعثت کے وقت ایران وروم، مصر و ہندوستان اپنے خاص ذہنی ونسلی امتیازات رکھتے تھے، کفر وشرک کے یہ معنی نہیں کہ یہ شاداب و مردم خیز ملک ہر صلاحیت سے محروم اور ہر کمال سے تہی دامن تھے، ایران نظم ونسق کی قابلیت اور تجربوں میں امتیاز رکھتا تھا، فنون لطیفہ کی ترقی نے اس میں ایک نزاکت اور لطافت پیدا کردی تھی، ایرانی عالموں اور مصنفوں اور نوشیروان عادل کی علمی سرپرستی اور تراجم نے اس میں علمی مذاق پیدا کر دیا تھا، ساسانیوں کی طویل سلطنت نے اس کو ملکی تنظیم، زمینوں کے بندوبست اور مالیات کا تجربہ بخشا تھا، بازنطینی جو یونان وروم دونوں کے علمی وتہذیبی وسیاسی ترکہ کے وارث تھے، علمی اندازفکر ترتیب ذہن اور عسکری زندگی میں ممتاز تھے، مصری کاشتکاری

اورتجارت کا وسیع تجربہ رکھتے تھے اوران میں مذہبی شغف اوراس کے لیے قربانی کا ایسا جذبہ تھا کہ انھوں نے رومی سلطنت، بنوفیشی مذہب اوراس کے جبرواستبداد کا برسوں مقابلہ کیا تھا۔

ہندوستانی اپنی حسابی قابلیت، مالی انتظام اور وفاداری میں ممتاز تھے، مسلمانوں نے ان سب ملکوں کے انسانی خزانوں سے پوری فراخدلی سے فائدہ اٹھایا اوران کے امتیازات وکمالات کو اسلام کے راستہ سے اپنے کام میں لگایا، ایرانی ورومی نومسلموں نے یا نومسلم خاندانوں کے فرزندوں نے اپنی ذہانت سے علم کی ترقی اور فقہ کی تدوین میں حصہ لیا، سلطنت میں دفتری نظم ونسق قائم کرنے اور مالیات کے شعبوں کے بندوبست میں مدد دی اور تجربہ کار منتظم فراہم کئے، مصریوں نے زمینوں کی کاشت کی اورتجارت وصنعت کو فروغ دیا۔

ہندوستان نے بصرہ وبغداد کو امانتدار اور تجربہ کار محاسب، خازن اورمنیب دیئے، تیسری صدی کے نصف میں جاحظ نے لکھا ہے کہ عراق کے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے تاجروں اور دولتمندوں کے منشی اورمنیب عموماً سندھی ہیں، اس طرح ان قوموں کی قابلیتیں اور تجربے اسلام کی طرف منتقل ہوکر اسلام کی قوت اور

مسلمانوں کی اعانت کا سبب بنے، اگر عرب اپنی قوم میں ان فنون کو پیدا کرنے کے درپے ہوتے اوراس کا انتظار کرتے اوراسلام ان کے لیے ایسے تیارشدہ آدمی فراہم کردیتا تو اس میں بڑا وقت لگتا اور پھر بھی اس میں شبہ ہے کہ ان کو ایسے کامل الفن اتنی جلدی ہاتھ لگتے۔

اسلام کا پیغام ایک ابدی پیغام ہے، جو کسی نسل وقوم کے ساتھ مخصوص نہیں، اور قومیں اورنسلیں اس کے لیے لباس کی حیثیت رکھتی ہیں، جب ایک لباس بوسیدہ اور ناکارہ ہوجاتا ہے تو وہ ایک نیا ملبوس زیب بدن کرلیتا ہے، دنیا کی کوئی قوم، کوئی نسل، اور کوئی خاندان ایسا نہیں جس میں نمو اور شادابی ہمیشہ رہے، اور جس کی زندگی وتوانائی یکساں طور پر قائم رہے، قوموں اورنسلوں کی بھی ایک عمر طبعی ہوتی ہے، ان کی جوانی اور بڑھاپا ہے، اشخاص کی طرح قوموں اور سلطنتوں کا بڑھاپا دورنہیں ہوتا، لیکن کبھی بعض نامعلوم اسباب کی بناء پر کسی قوم اور نسل میں اضمحلال اور تکان کے آثار وقت سے پہلے نمودار ہوجاتے ہیں، اس کی زندگی کے سوتے خشک ہوجاتے ہیں، نئے خون کی تولید بند ہوجاتی ہے اوراس کی ہر چیز سے بوسیدگی اور کمزوری ٹپکتی ہے، حالات کے مقابلہ کی قوت، حق کے راستہ میں جہاد وقربانی کی ہمت،

باہمی اتحاد والفت اور دشمن کے خلاف جوش وحمیت اور اس کی طبعی عداوت ونفرت جو زندگی کی علامتیں ہیں مفقود ہو جاتی ہیں، اس وقت وہ کسی ایسے کام اور پیغام کے لائق نہیں رہتی جو ہمت اور عزیمت اور قلبی، روحانی اور ذہنی قوت کا طالب ہے، اسلام کو ابتدائی زمانہ سے جب کبھی ایسی صورت حال سے سابقہ پڑا اور اسلام کے علمبرداروں میں جب ناکارگی اور میدان سے فرار کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں، فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کی خدمت کے لیے ایک تازہ دم جوان ہمت قوم کو آمادہ کر دیا جس نے اس کا گرتا ہوا علم سنبھال لیا، اس قوم یا جماعت میں ایمانی زندگی کی سب علامتیں پائی جاتی تھیں۔

﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾.

(اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے، اہل ایمان کے حق میں نرم، کافروں پر سخت ہیں، اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے)۔

یہ درحقیقت لباس کی تبدیلی تھی، عالمگیر اور زندہ جاوید اسلام اس کے لیے مجبور نہیں ہے کہ وہ ایک بوسید اور ناکارہ لباس ہی میں ملبوس رہے اور چیتھڑے ہی بدن پر لگائے رہے "إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَاماً وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ" (اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو رفعت دیتا ہے اور (جو اس کو چھوڑ دیں) گراتا ہے)۔

جب اسلام کے ابتدائی حاملین عربوں میں ضعف واضمحلال پیدا ہوا، اسلام سے بےتعلقی اور جہاد وسرفروشی میں انحطاط اور دنیا میں انہماک ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی خدمت اور اسلام کا علم جہاد بلند کرنے کے لیے عجمی نسلوں کے افراد اور جدید الاسلام خاندانوں کے فرزندوں کو تیار کر دیا، جو اسلامی حمیت، جذبہ جہاد، شوق شہادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے عشق میں صحیح النسب سادات وشیوخ سے بڑھے ہوئے تھے، جب یورپ سے صلیبی حملہ آوروں کی یلغار ہوئی اور فلسطین وشام اور عربی ممالک بالعموم خطرہ میں پڑ گئے، گستاخ اور شوخ نگاہیں حرم نبویؐ کی طرف بھی اٹھیں اور بیباک اور ناپاک زبانوں نے گستاخانہ کلمات نکالے تو اسلام کی عزت بچانے اور ناموس رسولؐ کی

حفاظت کے لیے جو جواں مرد میدان میں آئے، ان میں سے ایک زنگی تھا اور ایک کرد (روحی فداہما) سلطان نورالدین شہیدؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے نہ صرف اسلام کی عزت بچالی بلکہ یورپ پر اسلام کی دھاک بٹھادی، گستاخ پرسن کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہوئے سلطان نے ایمان وعشق میں ڈوبے ہوئے جو کلمات کہے:

"اَلْيَوْمَ أَنْتَصِرُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."

(آج میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں)۔

وہ ایک بڑے سے بڑے ہاشمی، صدیقی، فاروقی کے لیے بھی طرہ افتخار اور وسیلہ نجات ہیں، آج کون ہاشمی ہے جو اس پر سو جان سے قربان نہ ہو، جس نے بارگاہ رسالت ﷺ کی شان میں بے ادبی کرنے والے کو عشق و محبت میں مخمور ہو کر بھرپور ہاتھ سے قتل کیا، کون ہے جو اپنے ایمان کو اس کرد کے ایمان کے ساتھ تلوانے کے لیے تیار ہو، جس کے بزرگ چند ہی پشت اوپر کردستان کی جہالت وظلمت میں گم ہو جاتے ہیں اور پھر ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

پھر جب عباسیوں کو اپنے عیش وعشرت سے فرصت نہ ہوئی تو

اسلام کی شوکت وعظمت کی حفاظت کے لیے سلجوقیوں کو تیار کر دیا گیا جنھوں نے ایک صدی کے قریب یورپ میں علم جہاد بلند رکھا اور نظامیہ بغداد اور مدرسہ نیشاپور کے ذریعہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے دریا بہائے، پھر جب عباسیوں کے درخت اقبال کو گھن کھا گیا اور تاتاری حملہ نے اس کو جڑ سے اکھیڑ دیا تو جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے فرزندوں کا خون بہایا تھا وہ اس کے غلاموں کی صف میں داخل ہو گئے، یہ سب اسلام کے سدابہار درخت کی نئی پتیاں اور شگوفے تھے، جنھوں نے اس کی سرسبزی قائم رکھی، پھر جب مشرق کی تمام پرانی مسلمان قوموں پر عالمگیر اضمحلال طاری ہو گیا اور زندگی کی کوئی چنگاری کہیں باقی نہیں رہی تو اللہ تعالیٰ نے مغرب میں اسلام کا ایک شعلہ جوالہ پیدا کیا، جس نے صدیوں یورپ کی مرضی کے بالکل خلاف اسلام کا علم بلند رکھا، یہ عثمانی حضرت عثمانؓ کی اولاد میں نہ تھے مگر قرآن کی خدمت واشاعت اور فتوحات کی وسعت میں ان کو حضرت عثمانؓ سے روحانی نسبت ہے۔

نومسلم قوموں اور نومسلم خاندانوں اور لاکھوں کی تعداد میں ان نومسلم افراد کو کہاں تک گنایا جاسکتا ہے، جنھوں نے امت مسلمہ

کے جسم میں صالح اور طاقتور خون پہنچایا، جنھوں نے اپنی فکری صلاحیت اور نسلی ذکاوت اور قومی شجاعت سے مسلمانوں میں کبھی اجتہاد اور کبھی جہاد کی روح پھونکی، اسلامی کتب خانہ میں گرانقدر اضافے کئے، فکر ونظر کی نئی نئی راہیں نکالیں، قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں، حدیث کی شرحیں کیں، فقہ کے مجموعے مرتب کئے، یہ نیشاپوری اور ابوالسعود ترکی کون ہیں؟ جن کی تفسیریں حلقہ درس کی زینت ہیں، یہ بیضاوی کے محشی شیخ زادہ اور سیالکوٹی کون ہیں؟ یہ حدیث کے خادموں میں زیلعی بن الترکمانی کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں؟ فقہ کا طالب علم مرغینانی صاحب ہدایہ اور تاتارخانی صاحب فتاویٰ کو کیسے بھول سکتا ہے؟ یہ سب کیا تھا اسلام کی علمی وذہنی فتوحات اور امت مسلمہ کے جسم میں نئے اور تازہ خون کی تولید۔

آخر آخر دور تک اسلام کی فتح وتسخیر کا کام جاری رہا اور اس خزانہ میں نئے نئے سکوں کی آمد ہوتی رہی، ہمارے ملک ہندوستان میں جہاں اسلام کی تبلیغ اور تاثیر عرصہ دراز سے بہت کمزور ہے، اسلام خود ہی بہت سے جیتے جاگتے اشخاص، روشن دماغ اور گرم دل بلند نظر افراد کو کھینچتا رہا اور اپنی محبت سے گھائل کرتا رہا جن کی نظیر افسردہ پژمردہ

کم نگاہ وبے یقین مسلمانوں میں نہیں ملتی، انھوں نے مسلمانوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی، ان میں اسلام کی صداقت پر تازہ یقین پیدا کردیا، دماغوں کو اپنے علم سے روشن اور دلوں کو اپنے عشق کی حرارت سے گرمادیا، دور کیوں جایئے، کتنے خاندانی مسلمان اس عشق کا دعویٰ کرسکتے ہیں جو عشق اقبالؒ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے؟ یہی عشق وتعلق ہے جو اس کی زبان سے یہ شعر نکلواتا ہے ؎

تو اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اور یہ اشعار اس کی زبان پر آتے ہیں ؎

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما زنام مصطفیٰ است
خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

وہ کبھی وجد میں آکر کہنے لگتا ہے ؎

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر بن جائیں
کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سر خود را

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طاہا

اسی تعلق نے اس کو دانش فرنگ سے مسحور ہونے سے بچایا ؎

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آخر زمانہ میں یہ حال ہوگیا تھا کہ مدینہ کا کسی نے نام لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، کتنے قریشی و ہاشمی اس برہمن زادہ کے ذاتِ نبویؐ سے عشق و تعلق میں ہمسری کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟

پھر اسلام کی صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت پر ایسا غیر متزلزل یقین ہے کہ بجا طور پر ایک فلسفہ زدہ سید زادہ کو خطاب کر کے کہتا ہے ؎

میں اصل کا خاص سو مناتی
آباء میرے لاتی و مناتی

تو سید ہاشمی کی اولاد
میری کف خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گل میں
پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے
اس کی رگ رگ سے باخبر ہے
دین مسلک زندگی کی تقویم
دین سرِ محمدؐ و ابراہیمؑ
دل در سخن محمدیؐ بند
اے پور علیؓ ز بو علی چند
چوں دیدۂ راہ بیں نہ داری
قائد قریشی بہ از بخاری

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سپرو خاندان کے ایک کشمیری برہمن زادہ کا کلام ہے؟ اور کیا آج سادات و شیوخ کے نجیب الطرفین خاندانوں میں جن کے پاس اپنے خاندانی شجرے ہیں، یہ یقین اور ایمان پایا جاتا ہے؟ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ﴾.

پھر اسلام کی حمیت و غیرت میں روح اسلام کی ترجمانی میں، وقت کے فتنوں اور جاہلیت فرنگ کی تشخیص اور قومیت و وطنیت سے نفرت اور تردید میں کتنے اصحاب علم وصلاح اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

ادھر پچھلے برسوں میں چند کتابیں صحیح اسلامی فکر اور مربوط طرز تحریر و استدلال کا نمونہ پیش کرتی ہیں اور اسلام کی کامیاب ترجمانی کا فرض انجام دیتی ہیں، ان میں آسٹریلیا کے ایک یہودی النسل جرمن نومسلم محمد اسد کی انگریزی کتاب (Islam at the cross road) بھی ہے، یہ سب اسلام کی تازہ علمی وذہنی واخلاقی فتوحات ہیں جو ہم کو مستقبل کی طرف سے ناامید ہونے سے باز رکھتی ہیں۔

لیکن عام طور پر مسلمانوں نے فتح وتسخیر کے ان میدانوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں ہیں جہاں سے ان کو ہمیشہ زندگی کا ابلتا اور جوش مارتا ہوا خون، تازہ دم دماغ، دردمند و پرسوز دل اور متحرک اور برق وش جسم ملتے رہے، مسلمان روز بروز ان میدانوں سے مایوس ہوتے جارہے ہیں اور قدیم میدانوں کے سوا کسی طرف توجہ نہیں کرتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا رأس المال اور اصل پونجی یہی ہے کہ اس کو کسی حال میں تلف نہیں ہونے دینا چاہئے لیکن ہر

شخص جانتا ہے کہ جس سرمایہ میں اضافہ اور جس پونجی میں نئی آمد نہ ہو وہ ایک دن ختم ہو جائے گی، ہمیں اس سرمایہ میں اضافہ اور نئی آمدنی کے اسباب و وسائل پر غور ضرور کرتے رہنا چاہئے، پرانے خاندانوں اور نسلوں میں افسردگی اور بوسیدگی اور اسلام کی دوبارہ ترقی سے ناامیدی بڑھتی جارہی ہے، اعصاب ٹھٹھرے جارہے ہیں، اعضاء مضمحل ہو رہے ہیں، قلب روز بروز ضعیف اور دماغ مفلوج ہو رہا ہے، کوئی دینی پیغام، کوئی دینی تحریک، کوئی درد واخلاص، کوئی علم وحکمت، کوئی شاعری و خطابت اس گروہ میں زندگی نہیں پیدا کر رہی ہے، جو چیزیں قوموں میں جنون کی لہر اور موت کا عشق پیدا کر دیتی ہیں، وہ ان مسلمانوں کو چونکانے سے بھی قاصر ہیں، بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کو دین سے اور دین کی راہوں سے، دین کی اصطلاحوں سے، دین کے انعامات سے، دین کی ترغیبات سے کوئی مناسبت اور اس میں ان کے لیے کوئی کشش نہیں رہی، آخرت خارج از بحث چیز ہے، جنت دوزخ بے معنی الفاظ ہیں، اس پر دنیا طلبی، زرطلبی اور زمانہ سازی کا طلسم قائم ہے۔

﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ﴾.

(سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے)۔

ان کا حال ہے، بہت سے لوگوں کی علمی صلاحیت محدود ہے، فطری طور پر اور نسلی اثرات صدیوں کے جمود و بے علمی کی وجہ سے، ان کے قویٰ میں اضمحلال اور طبیعت میں حد درجہ افسردگی اور برودت ہے، وہ زندگی کی کشمکش میں حصہ نہیں لے سکتے اور اسلام کے لیے قربانی اور جدوجہد سے قاصر ہیں، ایسی حالت میں اگر اسلام کی قسمت ان سست عناصر اقوام وافراد کے ساتھ وابستہ کردی جائے اور ساری کوشش ان ہی پر منحصر کردی جائے تو یہ مستقبل کے لیے بڑا خطرہ ہے، ضرورت ہے کہ ان قدیم الاسلام اقوام اور خاندانوں کے دین کی پوری حفاظت اور اس کے لیے انتہائی جدوجہد کے ساتھ نئے نئے میدانوں کی طرف بھی رخ کیا جائے، اور اسلام کی دعوت کو وہاں تک پہنچایا جائے، جس دین نے ناامیدی اور مایوسی کی حالت میں تاتاریوں اور عثمانی ترکوں کو اسلام کا علمبردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار بنایا اور جو ہمیشہ دنیا کے صنم خانوں سے کعبہ کے لیے پاسبان مہیا کرتا رہا ہو، کیا اب اپنے حریفوں میں سے حلیف اور دین فطرت کا حلقہ بگوش نہیں بنا سکتا؟ ہم جب تک اس کی منظّم اور پرجوش کوشش نہ کرلیں، ہم کو مایوس ہونے اور اس کے خلاف رائے قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اسلام کو اس وقت نئے خون، نئی امنگوں، نئے ولولے اور نئے جوش عمل اور جذبہ قربانی کی ضرورت ہے، یہ نیا خون، نیا جوش اور قربانی بہت سی جگہ موجود ہے، لیکن پست مقاصد اور غلط میدانوں میں صرف ہو رہا ہے، جو چیز اسلام کے کام نہیں آرہی ہے وہ صرف ضائع نہیں ہو رہی ہے بلکہ دنیا کی تباہی کا باعث ہو رہی ہے، اسلام کی دعوت ابھی ان گوشوں میں نہیں پہنچی۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کو ان قوموں اور طبقوں تک پہنچا کر اسلام کی طاقت اور ایمان کی ان کیفیات کا تماشہ دیکھیں جو ہمیں دنیا کی تاریخ میں نومسلموں کی زندگی میں وقتاً فوقتاً نظر آتی ہیں، ہمیں ان نومسلموں کی زندگی میں اسلام کی صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و امامت عالم پر اس درجہ کا یقین، ذاتِ نبویؐ کے ساتھ وہ عشق و شیفتگی اور اسلام کی برتری کے لیے ایسی جدوجہد اور سرفروشی دیکھنے میں آئے گی جس کے سامنے ہم پشتینی مسلمانوں کو شرم آئے گی، اور جس کی نظیر صدیوں سے دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔

☆☆☆☆☆

نیا خون

از

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

شعبۂ دعوت وارشاد

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

نیا خون

امت مسلمہ کا سدابہار درخت

ہمیشہ نئی نئی پتیاں اور ہری بھری ڈالیں پیدا کرتا رہا

اور لباس بدلتا رہا، باغ باغ کے پھول اور چمن چمن کے

شگوفے اس امت کے گلدستہ میں نظر آتے ہیں اور اپنی بہار

دکھاتے ہیں، اس کے اندر ساری قوموں کا وزن اور

تمام نسلوں کا ست ہے، وہ انسانیت کا جوہر اور

انسانی طاقتوں کا سب سے بڑا خزانہ ہے